متنبی بحیثیت قصیدہ گو و ہجو نگار

☆پروفیسر مفتی محمد عمار خان

متنبّی چوتھی صدی ہجری کا شاعر ہے۔اس کا مکمل نام ابوالطیب احمد بن حسین بن حسن بن عبدالصمد جعفی کندی کوفی ہے۔دنیائے ادب اسے صرف متنبّی کے نام سے جانتی ہے۔دوسروں کے زبردستی دیئے گئے اس خطاب کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ اس نے کسی زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔لیکن بعد میں توبہ کرلی تھی

عربی شاعری کے قادرالکلام وقد آور شاعر اور عظیم المرتبت استاذ کی پیدائش کوفہ کے ایک گاؤں کندہ میں ۳۰۳ھ میں ہوئی۔متنبّی کم عمری میں ہی شام چلا گیا اور وہاں کی علمی و ادبی فضا میں اپنا بچپن گزارا۔سن شعور کو پہنچنے کے بعد مشہور استاذۂ فن اخفش،ابوعلی فارسی اور زجاج وغیرھم سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اپنی صلاحیت اور قابلیت سے انہیں متاثر بھی کرتا رہا۔

متنبّی کی ذہانت وفطانت اور سرعت حافظہ کے بے شمار حیرت ناک اور تعجب خیز واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔امام فن ابوعلی فارسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن اس سے امتحاناً پوچھا کہ عربی میں فعلی کے وزن پر جمع کے کتنے صیغ ہیں؟ متنبّی نے بلا تأمل جواب دیا حجلیٰ اور ظربیٰ۔ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں تین دن اور تین رات لغت کی کتابیں چھانتا رہا لیکن میں ان دو کے علاوہ تیسری جمع تلاش کرنے میں ناکام رہا۔گویا متنبّی نے جو بات کہہ دی وہ پتھر کی لکیر بن گئی۔

اس کے کمال فن کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوگی کہ اس دور میں اسے وہ نمایاں اور ممتاز مقام حاصل تھا کہ شعراء کی فہرست میں اسے صرف ''استاذ'' سے یاد کیا جاتا تھا اور اس کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔

وفات :۲۸ رمضان ۳۵۴ء کو فارس سے بغداد واپسی پر اپنے ایک ہجائیہ قصیدہ کی پاداش میں ضبہ کے ماموں فاتک اسدی کے ہاتھوں بلبل ہزارداستاں کا عبرت ناک انجام ہوا اور اسکی لاش ایک ریتیلے میدان میں بے گوروکفن پڑی رہ گئی

شاعری :بنیادی طور پر متنبّی ایک قصیدہ نگار شاعر تھا۔اس کی پوری زندگی درباروں سے وابستہ گزری۔جس دربار سے اسے جب تک فوائد حاصل ہوتے رہتے،یہ ان کی مدح میں رطب

☆صدر شعبہ اسلامیات،گورنمنٹ اسلامیہ سائنس کالج کراچی

اللسان رہتا اور جونہی اسے کہیں سے فوائد ملنا بند ہو جاتے۔ اس کے قصائد اپنا رخ تبدیل کر کے ہجائیہ ہو جاتے۔ دیگر اصناف سخن میں اس نے غزل اور مراثی میں بھی طبع آزمائی کی۔ لیکن ادب کا جو حق اس نے قصیدہ نگاری میں ادا کیا ویسا انصاف وہ دیگر اصناف کے ساتھ نہ کر سکا

متنبی بحیثیت قصیدہ نگار مدحیہ: قصیدہ وہ صنف سخن ہے جو متنبی کی فکر فلک پیما کی خاص جولانگاہ ہے۔ متنبی قصائد مدحیہ کا بادشاہ ہے۔ عربی ادب کی تاریخ میں جب بھی قصیدہ نگاروں کی فہرست مرتب کی گئی۔ متنبی کا نام ہمیشہ سر فہرست رہا۔ اس کے قصائد کے مطالعہ سے اس کی حیرت انگیز قوت تخیل کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ اس نے بے شمار قصائد لکھے ہیں اور ایک بات کو سو سو طرح پیش کیا ہے۔ اور ہر جگہ اس کے طرز ادا نے ایک ندرت پیدا کر دی ہے۔ تشبیہات و تمثیلات کو کبھی نہیں دہراتا بلکہ ہر جگہ ایک نیا پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے۔ فیاضی و سخاوت کے مضامین ہر قصیدہ میں ہیں لیکن ہر جگہ ایک نئی بات، ایک نیا انداز بیان سامنے آتا ہے

تشبیب، گریز، اوصاف محاسن اور دعائیہ ایک مکمل قصیدہ کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

تشبیب: تشبیب میں عشق و محبت کے مضامین بیان کئے جاتے ہیں۔

متنبی کی تشبیب بالعموم ایک مرصع اور مکمل غزل بن جاتی ہے۔

ذرا دیکھئے کہ اس نے اپنے ایک شعر کے ذریعہ کس طرح چار اہم تشبیہات و تمثیلات ادب مستقبل کے حوالے کی ہیں

بدت قمراً ومالت خوط بان وفاحت عنبراً ورنت غزالاً

''چہرہ چاند، قد زیبا میں شاخ صنوبر کی لچک، جسم مرمریں سے عنبر کی اٹھتی ہوئی خوشبو اور جنگلی ہرن کی طرح کجراری آنکھوں سے دیکھنے کا انداز لیکر وہ سامنے آئی''

محبوبہ کے بے حجاب ہونے کا منظر جہاں محاکات کی ایک خوبصورت مثال ہے، وہیں ہزار برس قبل ہی اردو اور فارسی شاعری کیلئے کتنے خام مواد فراہم کیے جا رہے ہیں

گریز: قصیدہ کی ابتداء میں ممدوح سے غیر متعلق اشعار ہوتے ہیں جو بالعموم غزل کے ہوتے ہیں۔ عشق و محبت کے اشعار لکھتے لکھتے جس شعر سے روئے سخن مدح کی جانب پھر جاتا ہے اُسے گریز یا مخلص کہتے ہیں۔ یہ شاعر کا کمال فن ہے کہ وہ سامع یا قاری کو احساس نہ ہونے دے کہ اب مدح شروع کی جا رہی ہے۔ اور بات ایسے فطری انداز میں شروع ہو جائے کہ معلوم ہی نہ ہو کہ اس کا رخ بدلا جا رہا ہے شاعر جتنا با کمال ہوگا اس کی گریز کا شعر اتنا ہی برجستہ و برمحل ہوگا۔ تشبیب اور مدح کے درمیان ذہن کو جھٹکا نہیں لگنے دے گا اور کلام کا تسلسل باقی رکھے گا

متنبی کی گریز: اس معیار پر پوری اترتی ہے۔ بعض مواقع پر تو اس کی گریز اتنی مربوط اور ایسے تسلسل کے ساتھ ہوتی ہے کہ طبیعت پھڑک اٹھتی ہے ایک قصیدہ میں تشبیب ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے

"کان سہا دالليل يعشق مقلتی فبينها فی کل هجر لنا وصل
احب التی فی البدر منها مشابه واشكو الٰی من لا يصاب له شكل"

"گویا کہ رات کی بیداری میری آنکھوں پر عاشق ہے، جب مجھ میں اور محبوبہ میں فراق کی گھڑی آجاتی ہے تو بیداری اور آنکھوں کا وصال شروع ہوجاتا ہے (یعنی شب ہجر میں نیند میری آنکھوں سے دور ہوجاتی ہے)"

پھر کہتا ہے کہ "میں ایسی محبوبہ سے محبت کرتا ہوں جو چودھویں کے چاند سے کئی باتوں میں مشابہ ہے لیکن محبوبہ کے جوروستم کی شکایت میں ایک ایسے شخص ممدوح سے کرتا ہوں جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے" (محبوبہ کی تو مثال چودھویں کا چاند ہے لیکن ممدوح اس سے بھی بڑھ کر بے مثل ہے)

یہاں پہلا مصرع خالص غزل کا ہے اور دوسرا خالص مدح کا لیکن دونوں مصرعوں کے باہمی ربط میں اتنا فطری توازن ہے کہ دونوں کو الگ کرنا ممکن ہی نہیں، یہی گریز کے شہزادے متنبی کا کمال ہے

اوصاف محاسن: عربی شاعری میں قصیدہ نگاروں کے ممدوح کے کچھ مخصوص اوصاف ہیں جن کو مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مدحیہ شاعری کی ساری عمارت مبالغہ آرائی کی اینٹوں سے تعمیر ہوتی ہے۔ اگر قصائد مدحیہ سے مبالغہ آرائی کو نکال دیا جائے تو شاعری کا سارا رنگ وروغن اڑ جائے گا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ قصیدۂ مدحیہ کے جسم میں مبالغہ آرائی کا خون اگر رواں دواں ہے تو اس کے خدوخال میں آب وتاب وتازگی اور شادابی باقی رہے گی اگر اس سے مبالغہ کا عنصر جدا ہوجائے تو قصیدہ جسد بے روح سے زیادہ کچھ نہیں رہ جاتا

اب متنبی کے ممدوح کا حکومتی نظم ونسق ملاحظہ فرمائیے جو اتنا مستحکم ہے کہ زمین تو کجا نظام شمسی کا مرکز بھی اس کے حکم کے تابع ہے

"ولا يجا وزها شمس اذا شرقت الا ومنه لا اذن بتغريب"

"(ممدوح کی حکومت میں) جب سورج طلوع ہوتا ہے تو (اسے ممدوح کے چشم وابرو کے اشارے پر چلنا پڑتا ہے) اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کرسکتا اور اگر وہ غروب ہوتا ہے تو بھی اسے اجازت لینی ہوتی ہے"

دعائیہ: متنبی کا ممدوح امیر سیف الدولہ اپنی بہن خولہ کی وفات پر غمگین ہے اور اظہار غم فطری ہونے کی بنا پر کوئی ایسا برا فعل نہیں کہ اس کے سرزد ہونے پر دعائے مغفرت کی جائے۔ ایسے

مواقع پر عموماً صبر جمیل کی دعا کی جاتی ہے۔لیکن آپ دیکھئے کہ متنبی کی فکر لطیف اس کے برعکس دعا میں ممدوح کی جرأت وہمت، شجاعت وبسالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُسے صبر جمیل کے بجائے مغفرت کی دعا دیتی ہے

"جزاک ربک بالا حزان مغفرة فحزن کل اخی حزن اخو الغضب"

''تیرا پروردگار تجھے غموں کا بدلہ مغفرت سے دے اس لئے غمگین غصہ والا ہوتا ہے''

یعنی جس سے بھی تکلیف پہنچتی ہے فطرتاً اس کے خلاف غصہ ہر شخص کو آتا ہے اور تم چونکہ ہر مد مقابل کو منہ کی کھلاتے آرہے ہو تو اپنے اس مزاج کی وجہ سے تم نے موت پر بھی غم وغصہ کیا۔جو کہ براہ راست تقدیر پر اعتراض ہے۔سو تم گناہ گار ہوئے۔لیکن تم پر پڑنے والا یہ غم ہی اس گناہ کا بدل بن کر تمہاری مغفرت کا سبب بن جائے اور اللہ تمہیں گویا معاف کردے۔

متنبی بحیثیت ہجو نگار :شاعری اگر ذہنی کرتب بازیوں کا نام نہیں ہے تو متنبی کے قصائد ہجائیہ کو اس کی شاعری کے چہرے کا بدنما داغ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔متنبی نے ہجو نگاری میں وہ گل کھلائے ہیں کہ تہذیب آنکھیں بند کر لیتی ہے۔شرافت دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیتی ہے۔اس نے جس کی بھی ہجو لکھی ہے اسے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ انتہائی بے حس انسان کی غیرت وحمیت کو بھی ایک بار جھرجھری آ ہی جائے گی۔

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس نے ہجو سے زہر میں بجھے ہوئے خنجر کا کام لیا ہے اور بالآخر یہی زہریلا خنجر اس کی موت کا بھی سبب بنا۔ضبہ بن یزید کی ہجو میں اس کے ماموں نے متنبی کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔اس کے علاوہ کافور کی ہجو میں بھی وہ تمام حدود کو پھلانگتا دکھائی دیتا ہے۔

اگر اس کے مجموعہ کلام سے اس کی ہجائیہ اشعار نکال دیئے گئے ہوتے تو یہ متنبی اس کے فن اور اس کی شاعری کے حق میں کافی بہتر ہوا ہوتا

کتابیات

۱. کتاب الاغانی للام ابی الفرج الا صبهانی
مطبعة التقدم. شارع محمد علی .مصر
۲. ادباء العرب. از بطرس البستانی
مکتبه صادر .بیروت
۳. معجم الادباء. از یاقوت الحموی
مکتبة عیسیٰ البابی الحلبتی وشرکاه.مصر
۴. طبقات الشعراء. از ابن المعتز
کیمبرج یونیورسٹی پریس لندن
۵. تاریخ الادب العربی. از احمد حسن زیاته
مطبعة الرّساله. بیروت